ساتھ طے ہو گیا تھا کہ کل ۱۱ بجے سب مل کر وفد کی صورت میں وائس چانسلر سے ملاقات کریں گے اور مولانا فراہی پر مواد کی فراھمی میں ان سے مدد کی درخواست کریں گے ۔ ایک ھفتہ گذر گیا مگر ابھی تک کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی ۔ یونیورسٹی کے قدیم ریکارڈ سے مطلوبہ معلومات حاصل ہو سکتی ھیں ۔ پروگرام کے مطابق ھم چار آدمیوں کا وفد وائس چانسلر سے ملنے ان کے آفس گیا ۔ پہلے سے کوئی وقت لینا ضروری نہیں سمجھا گیا ۔ معلوم ہوا کہ وائس چانسلر صاحب آج اپنے دفتر نہیں آئیں گے ۔ بات ختم ہوئی ۔ یہاں سے سورتی صاحب تو واپس اپنے ڈیپارٹمنٹ چلے گئے کہ انہیں کام تھا بقیہ تین آدمی فیزکس ڈیپارٹمنٹ جا کر ڈاکٹر سید فضل محمد ریڈر شعبہ طبعیات و رکن یو سی جی کمیٹی سے ملے اور مسئلہ ان کے سامنے رکھا ۔ ڈاکٹر اسرار ریڈر شعبہ طبعیات ھمارے ساتھ تھے ۔ ان کا تعلق بھی اعظم گڑھ سے ہے ۔ اپنی اعلی دماغی صلاحیتوں کی وجہ سے بیرون ملک بھی جانے جاتے ھیں ۔ انہوں نے ضروری باتیں نوٹ کر لیں اور وعدہ کیا کہ متعلقہ لوگوں سے گفتگو کرکے بتائیں گے ۔ کل معلوم ہوگا کہ انہیں کس قدر کامیابی ہوئی ۔ ھم وھاں سے اٹھے تو دو بج چکے تھے ۔ فیکلٹی آ گئے ۔ وھاں یونیورسٹی کے اردو سہ ماھی رسالے فکر و نظر کے ایڈیٹر عتیق صاحب سے ملاقات ہوئی ۔ شعبہ اردو کے ایک اور استاد شہر یار صاحب سے بھی ملاقات ہوئی ۔ پروفیسر عتیق سے معلوم ہوا کہ شعبہ اردو میں اساتذہ کی تعداد ۲۲ ہے اور طلبہ ہزار سے زیادہ ھیں ۔ یونیورسٹی میں طلبہ کی کل تعداد ان دنوں پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) کے قریب ہے ۔ وھاں سے فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز گئے مگر دیر ہو چکی تھی کسی سے ملاقات نہیں ہوئی ۔ تقریباً ڈھائی بجے اختر اور ظلی گھر کے لئے روانہ ہوئے ۔ میں لائبریری آ گیا ۔ انسٹی ٹیوٹ گزٹ جلد ۱۰ ۔ ۱۱ جو پہلے ھی سے نکال کر رکھی ہوئی تھی ان کی ورق گردانی کرتا رھا ۔ کوئی کام کی بات نہیں ملی ۔

ساڑھے چار بجے لائبریری بند ہو گئی ۔ میں نکل کر قریب ھی لان میں بیٹھ گیا۔ آج دوپہر کا کھانا شمشاد مارکیٹ کے ایک ہوٹل میں کھایا ۔ اسٹو کی پلیٹ آئی ، اس میں بو آ رہی تھی ، وایس کیا ۔ کوفتے کی پلیٹ آئی ، بد ذائقہ ، زہر مار کیا ۔ ایک روپے چالیس پیسے لئے ۔ کھانا بہت خراب تھا ۔ گندگی اور پھوہڑپن بے حساب تھا ۔ کالج کے تمام لڑکے یہیں کھانا کھاتے ھیں ۔ پانچ بجے کے قریب جاوید اور حبیب الرحمن آ گئے ۔ ان کو لے کر شہر گیا ۔ سوٹ کا ٹرائل ہوا ۔ آگرے کا پیٹھے کا مربہ تلاش کیا گیا ، نہیں ملا ۔ رسالہ بدءالاسلام اور طبقات ابن سعد ، فارسی تراجم کے سرورق اور ابتدائی دو صفحات کی فوٹو اسٹیٹ کرائی گئی اور گھر واپس آ گئے ۔

۲۶ فروری ۸۰ء

۱۰ بجے لائبریری پہنچا ۔ انسٹی ٹیوٹ گزٹ دیکھنے کا کام جاری رہا ۔ ۱۹۰۹ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ تک کے گزٹ دیکھ ڈالے ۔ ہزار صفحات سے زائد دیکھ جانے کے باوجود کوئی مفید مطلب چیز نہیں ملی ۔ دو بجے یہ کام ختم ہوا ۔ کمر اور مونڈھے دُکھنے لگے شدت کی بھوک بھی لگ چکی تھی ۔ سامان خورد و نوش کی تلاش میں باھر نکلا ۔ لائبریری کے بیرونی گیٹ تک پہنچا ھی تھا کہ حبیب الرحمن اپنے ایک دوست فقیر محمد کے ساتھ باھر سے آتے دکھائی دئیے ۔ حبیب الرحمن میرے عزیز اور میرے گاؤں سنجر پور کے رہنے والے ھیں اور فقیر محمد رشید احمد صدیقی کے وطن "مڑیاھو" کے رہنے والے ھیں ۔ فقیر محمد صاحب نے "مڑیا ھو" کے بارے میں بتایا کہ یہ دراصل "منڈی آھو" تھا جو بگڑ کر "مڑیا ھو" یا "منڈیا ھو" ھو گیا ۔ یہ دونوں لائبریری کے قریب ھی سلیمان ھال کشمیر ھاؤس (ہوسٹل) میں رہتے ھیں ۔ وہ مجھے ساتھ لے گئے اور ہوسٹل میں کھانا

کھایا گیا ۔ کھانا اچھا خاصا تھا ۔ دال گوشت روٹی اور چاول کھانے میں تھے ۔ کھانا دیکھنے میں بھی ٹھیک تھا اور کھانے میں بھی برا نہیں تھا ۔ اگر یہ بات نظر میں رکھیجائے کہ کھانے کی فیس ماھوار صرف پچاس روپے ہے تو محسوس ھوتاھیکہ بہت مناسب ہے۔ دھلائی کیلئےھوسٹل میں جو دھوبی لگے ھوئے ھیں وہ ۲۰ پیسے فی کپڑا چارج کرتے ھیں ۔ سن کر تعجب ھوا ۔ بازار میں ۱۲ آنہ ایک روپیہ فی کپڑا دھلائی ہے اور اتنا اچھا دھوتے بھی نہیں ۔ کھانا کھا کر وھیں کمرے میں نماز پڑھی اور لیٹ گئے ۔ ۴ بجے تک آرام کیا ۔ سوا چار بجے نکلے ۔ تھیلا لائبریری میں انصاری صاحب کے پاس چھوڑ آیا تھا ۔ تھیلا لیکر گھر کے لئے چلے ۔ علی گڑھ سے مجھے مولانا فراھی کے سلسلے میں جن چیزوں کی تلاش تھی اس کی ایک فہرست فقیر محمد صاحب کو ان کے مانگنے پر دے دی اس خیال سے کہ وہ بعد میں تلاش کرکے ڈھونڈ نکالیں گے ۔ اور مجھے بھیج دیں گے ۔ میں نے سوچا ابھی سے گھر جا کر کیا کروں گا ، قریب ھی ایس ایس ھال میں مولانا فراھی کے پوتے حمد اللہ فراھی کو دیکھنے گیا ۔ کمرے کا نمبر وغیرہ معلوم نہیں تھا اس لئے ان کا پتا نہیں چل سکا ۔ واپس گھر آ گیا ۔ مغرب کی نماز پڑھ کر کھانا کھانے کے بعد علی اختر کو لیکر پھر نکلے ۔ ڈاکٹر اسرار کے گھر گئے۔

ان کا تعلق بھی اعظم گڑھ کے ایک گاؤں سے ہے ان سے معلوم کرنا تھا کہ ڈاکٹر سید فضل محمد صاحب نے کیا کیا ۔ وہ گھر پر نہیں تھے ۔ معلوم ھوا کہ محمد اشتیاق صاحب اعظمی (پولیٹیکل سائنس) کے پاس گئے ھیں ۔ ھم وھاں پہنچے ۔ ملاقات ھوئی ۔ معلوم ھوا کہ متعلقہ رجسٹرار صاحب چھٹی پر تھے اس لئے بات نہ ھو سکی ۔ کل کا وعدہ کیا ہے ۔ اشتیاق صاحب کے ذمہ لگایا تھا کہ وہ لارڈ کرزن کی وہ تقریر نکال کر دیں گے جو اس نے خلیج فارس اور سواحل عرب کے دورے میں کی تھی اور جس میں مولانا فراھی اس کے ساتھ تھے ۔ میرے سامنے انہوں نے پھر تلاش شروع کی ۔ خوش قسمتی سے ان کی اپنی کتاب

میں اس کا حوالہ مل گیا ۔ وارڈ ۔ اے ڈبلیو گوچ ڈی پی کی کتاب. Cambridge History of Foreign Policy V. III P. 321 پر وہ تقریر ہے ۔ کل یونیورسٹی میں اسے تلاش کیا جائے گا ۔ ۹ بجے تک نشست رهی ۔ واپس گھر آ گئے ۔ نماز پڑھی اور سو گئے ۔

۲۷ فروری ۱۹۸۰ء

۹ بجے صبح حسب معمول بیدل گھر سے نکلے ۔ سرسید هاؤس راستے میں پڑتا ہے ۔ خیال ھوا اسے دیکھا جائے ۔ مگر وہ ابھی کھلا نہیں تھا ۔ معلوم ھوا ساڑھے نو بجے کھلتا ہے اور ساڑھے چار بجے بند ھوتا ہے ۔ وھاں سے اسلامک اسٹڈیز اور عربی ڈیپارٹمنٹ گیا ۔ شعبہ عربی کے صدر مختار الدین صاحب چھٹی پر تھے ۔ اقبال انصاری صاحب صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز سے ملاقات ھوئی ۔ بڑے تپاک سے ملے ۔ کافی سے تواضع کی ۔ کل شام گھـــر آنے اور کھانا کھانے کی دعوت دی ۔ میں نے معذرت کرنی چاھی مگر ان کے اصرار اور فیصلہ کن انداز کے آگے پیش نہ گئی ۔ سعید اکبر آبادی بھی یہیں ھوتے ھیں ۔ مگر آج وہ بھی نہیں آئے تھے ۔ البتہ اسلامک اسٹڈیز کی ڈیپارٹمنٹل لائبریری دیکھی ۔ وھاں سے آرٹس فیکلٹی ظلی صاحب کے پاس آئے ۔ گوچ کی کتاب تاریخ اور پولیٹیکل سائنس کے شعبوں میں مل کر تلاش کی گئی ، کامیابی نہ ھوئی ۔ ڈاکٹر عتیق مدیر فکرونظر کو دیکھنے گیا انکا کمرہ بند تھا۔گوچ کی کتاب مین لائبریری میں بھی تلاش کی گئی وھاں بھی نہیں ملی ۔ جلالی صاحب نے اسکرپٹ سیکشن میں قلمی خطوط کی نشاندھی کی ۔ ان کا خیال تھا کہ شاید ان میں کہیں مولانا فراھی کا بھی کوئی خط مل جائے ۔ اس سیکشن میں مسودات کا اچھا ذخیرہ ہے ۔ ۱۴ هزار کے لگ بھگ قلمی مخطوطات جمع کئے گئے ھیں ۔ کوئی مطلوبہ چیز یہاں بھی نہیں ملی ۔ یہاں سے بے نیل مرام نکلے اور فیکلٹی

گئے ۔ ظلی کو ساتھ لیکر مدیر فکر و نظر کو تلاش کیا گیا ۔ ان سے فکر و نظر کے پرچے لینے تھے ۔ اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی ۔ ڈاکٹر صفی صاحب انچارج سرسید هاؤس کو دیکھا گیا وہ بھی جا چکے تھے ۔ هم نے اپنے طور پر هی سرسید هاؤس دیکھنے کا فیصلہ کیا ۔ ایک صاحب نے سرسید هاؤس کی سیر تو کرادی ، مطلوبہ مواد کے لئے کل کا وعدہ کیا ۔

یہ وہ بنگلہ ہے جس میں سرسید رهتے تھے ۔ اس کو گرا کر اسی طرز پر نئے سرے سے تعمیر کیا گیا ہے ۔ اس کے ساتھ هی اسی کی حدود میں ایک طرف وہ بنگلیا ہے جو سرسید نے شبلی کے لئے بنوائی تھی ۔ سرسید کے باقیات میں ان کا عصا ، قطب نما گھڑی اور صوفہ سیٹ اور میز کرسیاں ، یہ چند چیزیں محفوظ کی گئی هیں ۔ قدیم ریکارڈ بھی اسی بنگلے کے ایک کمرے میں محفوظ کیا گیا ہے ۔ اس عمارت کو سرسید اکیڈمی بنانے کا پروگرام ہے ۔ اسی خیال سے اسے تعمیر جدید کے بعد نئے سرے سے استوار اور آراستہ کیا گیا ہے ۔ چند منٹ میں اس کی سیر مکمل هو گئی اور ظلی کے ساتھ گھر کی طرف چلے ۔ راستے میں ظلی صاحب نے اشارہ کرکے جامعہ اردو کی عمارت کو بتایا جهاں تین بجے قاری طیب صاحب کی تقریر تھی میں گھر آیا ۔ پانی گرم کراکے غسل کیا ۔ کھانا کھایا ، نماز پڑھی ، اتنے میں تین بج گئے ۔ قاری طیب صاحب کی تقریر سننے جامعہ اردو روانہ ہوئے ۔ یہاں متعدد ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی جن کی تلاش تھی اور وہ نہیں مل رهے تھے ۔ سعید اکبر آبادی ، تقی امینی وغیرہ سے ملاقات ہوئی ۔ فکر و نظر کے لئے ان لوگوں کو لکھنے کی دعوت دی ۔

گھر واپس آئے تو حبیب الرحمن منتظر تھے ۔ ان کو لیکر شہر گئے اور سوٹ لے آئے ۔ سوٹ کی سلائی ۲۰۰ روپے ادا کئے ۔ واپسی میں ایس ایس هال میں پھر حمد اللہ فراهی کو تلاش کیا گیا ۔ وہ نہیں ملے ۔ کارڈ چھوڑ کر چلا آیا ۔

۲۸ فروری ۸۰ء

صبح اٹھ کر ترجمہ طبقات ابن سعد اور ترجمہ رسالہ بدءالاسلام پر کچھ کام کیا ۔ یہ دونوں کتابیں مولانا فراھی کی ھیں اور نایاب ھیں ۔ ۱۰ بجے سرسید ھاؤس (سرسید اکیڈمی) گیا ۔ اکیڈمی کے کارکنوں کی مدد سے ۳ ۔ ۴ گھنٹے صرف کرکے تنخواہ کے رجسٹر کھنگالے ۔

سرسید ھاؤس (سرسید اکیڈمی)

سرسید کے ذاتی بنگلے کو سرسید اکیڈمی بنانے کے لئے کام ہو رہا ہے۔ پہلے مرحلے میں تعمیر نو کے بعد اس کو اس قابل بنایا گیا ہے کہ اس کو محض بطور یاد گار اسی شکل میں محفوظ رکھنے کے بجائے ایک جدید علمی اکیڈمی کا درجہ دیا جا سکے ۔ تعمیر نو میں اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ نقشہ اور طرز تعمیر وھی رکھا جائے جو پرانی عمارت کا تھا ۔ گویا اس عمارت کی بنیادیں وھی ھیں البتہ تعمیری مواد نیا لگایا گیا ہے۔ اکیڈمی کا اسٹاف مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس کے ڈائرکٹر پروفیسر خلیق احمد نظامی صدر شعبہ تاریخ ھیں ۔ اسی شعبے کے ایک اور استاذ ڈاکٹر وصی کو اکیڈمی کا انچارج بنایا گیا ہے۔ باقی اس کا انتظامی عملہ ہے۔ یہ سرسید کا ذاتی مکان ہے جس میں وہ رھائش رکھتے تھے ۔ اس کا وسیع و عریض کمپاؤنڈ ، خود عمارت کے دیوار و در اور سقف و بام دیکھ کر سرسید کے بڑا پن کا اندازہ ھوتا ہے جس کی ایک نہیں مختلف جہتیں ھیں اور اسی میں سے ایک جہت ان کی جسامت یا جسمانی فخامت بھی ہے۔ اس اکیڈمی میں لگی ھوئی ایک تصویر سے ان کی دیو قامتی اور بھی نمایاں ھو کر سامنے آتی ہے۔ تاریخ علی گڑھ اور سرسید کے ذکر میں شبلی کا تذکرہ بھی کسی نہ کسی صورت میں آ ھی جاتا ہے۔

سرسید کے بنگلے کے کمپاؤنڈ میں شبلی کی بنگلیا کا ذکر بھی ضرور ھی دھرایا جاتا ہے۔ آج میں سرسید ھاؤس دیکھنے گیا تو شبلی کی بنگلیا کے متعلق بھی دریافت کیا ۔ اکیڈمی کے ایک کارکن نے ھاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ اس طرف ہے۔ پہلے تو میں اکیلا ھی چلا گیا لیکن جب مجھے اس قسم کی کوئی چیز نظر نہ آئی تو میں نے واپس آ کر دوبارہ استفسار کیا ۔ وہ کارکن میرے ساتھ ھو گئے ۔ اینٹوں اور مٹی کے ملبے کی طرف وہ مجھے لے کر گئے ۔ ملبے کے پاس کھڑے ھو کر بتایا کہ یہ ہے شبلی کی بنگلیا ۔ جگہ جگہ پرانی اینٹ اور مٹی کے ڈھیر رہ گئے ھیں ۔ بنیادوں تک کا پتا نہیں چلتا ۔ بڑے درخت کے سایے میں چھوٹے درخت کا باقی رھنا کار دشوار ھوتا ہے۔ یہ بنگلیا سرسید نے اپنے قرب میں بطور خاص شبلی کے لئے بنوائی تھی ۔ ذمہ داران یونیورسٹی کو چاھئیے کہ اس کو بھی نئی زندگی عطا کریں ۔

اکیڈمی ابھی Under Making ہے۔ سرسید کے آثار و باقیات جو مل سکے اس میں رکھے گئے ھیں ۔ ان کی چھڑی اور قطب نما گھڑی اور کچھ فرنیچر جو ان کے زیر استعمال رھا اس اکیڈمی میں محفوظ کر دیا گیا ۔ مطالعہ کی میز تو ٹھیک ہے البتہ مطالعے کی کرسی سرسید کے ابعاد ثلاثہ سے ھم آھنگ نظر نہیں آتی ۔ علمی اعتبار سے اھم اس اکیڈمی کا وہ حصہ ہے جس کو آرکائیوز سیکشن کہا جاتا ہے ۔ اس میں یونیورسٹی کا پرانا ریکارڈ اور علی گڑھ کی تاریخ سے متعلق کچھ اور بھی پرانے کاغذات رکھے گئے ھیں ۔

اکیڈمی کا یہ حصہ جو علمی اور تاریخی اعتبار سے اھم ہے یونیورسٹی اتھارٹیز اور حکومت ھند کی توجہ کا محتاج ہے۔ اھلکاروں اور عہدہ داروں کے دفتر اور اکیڈمی کے دوسرے کمرے وغیرہ تو صاف ستھرے ھیں اور ان میں عہد جدید کی سج دھج نظرآتی ہے مگر آرکائیوز سیکشن ، جو اصل ہے ، یوں محسوس